إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ق

تعلیم الدین

حصہ اول

اسلامی عقائد | مسائل | سیرتِ پاک | آداب و اخلاق

مکتب کے بچّے، اسکول اور کالج میں پڑھنے والے
اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی
مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر نورانی مکاتب

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

تعلیم الدین

چوتھا حصہ

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

مکتب کے بچے، اسکول اور کالیج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

اسلامی عقائد | مسائل | سیرتِ پاک | آداب واخلاق

از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (چوتھا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی ومفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	160
طبعِ اول	:	صفر ۱۴۴۲ھ مطابق ستمبر ۲۰۲۰ء
طباعت	:	فلاحی پرنٹرس مالیگاؤں 7083846160

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا محمود نگر، ڈابھیل 9558174772

مدرسۃ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت 9714814566 9898371086

دارالمکاتب کاپودرا 9712005458 9824289750

مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات. 8140238304

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	پہلا باب: اسلامی عقیدے	
۱	کفر وشرک کا بیان	۱۲
۲	صفات میں شرک کی چند مثالیں	۱۳
۳	بدعت کا بیان	۱۴
۴	ایمان کی حفاظت کا بیان	۱۴
۵	گناہوں کا بیان	۱۸
	دوسرا باب: عبادات، فقہی مسائل	
۶	سنت اور نفل نمازوں کا بیان	۲۲
۷	نمازوں کے نام اور رکعتوں کی تعداد	۲۳
۸	تراویح کی نماز کا بیان	۲۴
۹	احادیثِ مبارکہ سے ثابت دوسری نفل نمازیں	۲۵
۱۰	تحیۃ الوضو۔ اشراق کی نماز	۲۶
۱۱	چاشت کی نماز	۲۶
۱۲	اوّابین کی نماز۔ تہجد کی نماز	۲۷
۱۳	صلوۃ التسبیح	۲۷

۱۴	صلوۃ التسبیح کا پہلا طریقہ	۲۹
۱۵	دوسرا طریقہ	۲۹
۱۶	سوالات	۳۰
۱۷	قضا نماز پڑھنے کا بیان	۳۰
۱۸	سجدۂ سہو کا بیان	۳۲
۱۹	مسائل	۳۵
۲۰	سجدۂ تلاوت کا بیان	۳۶
۲۱	مسائل	۳۷
۲۲	بیمار کی نماز کا بیان	۳۸
۲۳	مسائل	۳۹
۲۴	مسافر کی نماز کا بیان	۳۹
۲۵	مسائل	۴۰
۲۶	جمعہ کی نماز کا بیان	۴۲
۲۷	سوالات وجوابات	۴۴
۲۸	عید کی نماز کا بیان	۴۵
۲۹	عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ	۴۶
۳۰	دونوں عید کی سنتیں اور مستحب باتیں	۴۸
۳۱	جنازہ کی نماز	۴۹
۳۲	جنازہ کی نماز کا طریقہ	۴۹
۳۳	روزہ کا بیان	۵۰

۳۴	صدقۂ فطر اور قربانی کا بیان	۵۴
۳۵	نصاب والا کون ہے؟	۵۴
۳۶	زکوۃ کا بیان	۵۶
	تیسرا باب: خلفائے راشدین کی سیرت	
	پہلے خلیفہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	
۳۷	مختصر پہچان	۶۰
۳۸	سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب	۶۱
۳۹	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب اور اس کی وجہ	۶۱
۴۰	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والدین کا اسلام	۶۴
۴۱	سب نے مل کر خلیفہ بنایا	۶۴
۴۲	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوّل خلیفہ ہونے پر دلیل	۶۵
۴۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند ہماری پسند	۶۵
۴۴	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی	۶۶
۴۵	قرآنِ مجید کو جمع کرنا	۶۷
۴۶	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوسرے ملکوں کو جیت لینا	۶۸
۴۷	سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت	۷۰
۴۸	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آخری گھڑیاں	۷۲
۴۹	سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیویاں	۷۳
۵۰	سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد	۷۴

۵۱	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں	۷۵
۵۲	کھانے پینے میں احتیاط	۷۷
۵۳	لوگوں کی خدمت۔ سادے کپڑے	۷۸
۵۴	جنازے کی نماز میں حصہ لینا، مسکین کو کھانا کھلانا، بیمار کی خبر لینا وغیرہ	۷۹
۵۵	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بچپن اور تجارت	۸۰
۵۶	غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے کا واقعہ	۸۱
۵۷	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحتیں	۸۲
۵۸	خلیفۃ المسلمین کا معنیٰ	۸۳
۵۹	سوالات	۸۴
	دوسرے خلیفہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	
۶۰	مختصر پہچان	۸۶
۶۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیدائش	۸۷
۶۲	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت	۸۷
۶۳	بچپن میں جانور چرانا	۸۸
۶۴	عمدہ تقریر کرنے والے	۸۹
۶۵	پہلوانی میں ماہر	۸۹
۶۶	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا	۹۰
۶۷	آسمان میں فیصلہ	۹۵
۶۸	چالیسواں مسلمان	۹۵

۶۹	کعبہ میں جماعت کے ساتھ نماز	۹۶
۷۰	فاروق کا لقب	۹۶
۷۱	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدینہ کی طرف ہجرت	۹۶
۷۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بعض اچھائیاں: سادے سیدھے کپڑے	۹۷
۷۳	معمولی کھانا	۹۷
۷۴	بوڑھوں اور ضعیفوں کی خدمت	۹۷
۷۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب وغریب انصاف	۹۹
۷۶	احد کی لڑائی کے بعد ابوسفیان کو جواب	۹۹
۷۷	سچی جمہوری (ڈیموکریسی) حکومت	۹۹
۷۸	خلافت کے زمانے میں انوکھے کارنامے	۱۰۰
۷۹	تعلیم کا نظام	۱۰۳
۸۰	شہادت	۱۰۴
۸۱	سوالات	۱۰۶
	تیسرے خلیفہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	
۸۲	مختصر پہچان	۱۰۸
۸۳	نام اور لقب۔ خاندان	۱۰۹
۸۴	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابا، اماں	۱۱۰
۸۵	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جوانی	۱۱۰
۸۶	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا	۱۱۱

۸۷	حبشہ کی طرف ہجرت	۱۱۲
۸۸	مدینہ کی طرف ہجرت	۱۱۴
۸۹	حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح	۱۱۴
۹۰	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت	۱۱۵
۹۱	تبوک کی لڑائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت	۱۱۶
۹۲	مسجدِ نبوی کو بڑا کرنے کے لیے سخاوت	۱۱۷
۹۳	میٹھے پانی کا کنواں خرید کر وقف کر دیا	۱۱۸
۹۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے	۱۱۸
۹۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جو علاقے جیت لیے گئے	۱۱۹
۹۶	سمندری جنگ	۱۲۰
۹۷	لوگوں کی خیر خواہی کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششیں	۱۲۰
۹۸	خلافت کے آخری دنوں میں مشکلات	۱۲۲
۹۹	سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت	۱۲۵
۱۰۰	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بعض خوبیاں: شرم وحیا	۱۲۶
۱۰۱	صاف صفائی	۱۲۶
۱۰۲	قبر کے سامنے کھڑے ہو کر بہت روتے تھے	۱۲۶
۱۰۳	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ فرمایا	۱۲۷
۱۰۴	حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنت میں ساتھی	۱۲۷
۱۰۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ باتیں	۱۲۷
۱۰۶	سوالات	۱۲۸

چوتھے خلیفہ: امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۱۰۷	مختصر پہچان	۱۳۰
۱۰۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور خاندان	۱۳۱
۱۰۹	نام، کنیت اور القاب	۱۳۱
۱۱۰	ابوتراب۔ ''اسد اللہ''؛ یعنی اللہ کا شیر	۱۳۲
۱۱۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں	۱۳۳
۱۱۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام۔ بچپن کے حالات	۱۳۴
۱۱۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر	۱۳۴
۱۱۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح	۱۳۵
۱۱۵	غزوات میں شرکت اور کارنامے	۱۳۵
۱۱۶	سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعوتی سفر	۱۳۵
۱۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات	۱۳۶
۱۱۸	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات	۱۳۶
۱۱۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات	۱۳۶
۱۲۰	سب سے بڑے قاضی	۱۳۷
۱۲۱	اسلامی کیلنڈر کی شروعات	۱۳۷
۱۲۲	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات	۱۳۸
۱۲۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بنے	۱۳۸
۱۲۴	خلافت کے بعد مشکلات	۱۳۸

۱۲۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت	۱۳۹
۱۲۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد	۱۴۰
۱۲۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ خاص باتیں: معمولی کپڑے اور سادہ کھانا	۱۴۰
۱۲۸	آپ رضی اللہ عنہ کے دروازہ سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا	۱۴۱
۱۲۹	اچھے ساتھی	۱۴۱
۱۳۰	اللہ کے لیے دشمنی۔ پبلک کی راحت کے لیے کوششیں	۱۴۲
۱۳۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحت	۱۴۳
۱۳۲	سوالات	۱۴۴

چوتھا باب: اخلاق و آداب

۱۳۳	پڑوسی کے حقوق	۱۴۶
۱۳۴	شماتت اور غصہ	۱۴۹
۱۳۵	غصہ دبانے کا طریقہ	۱۵۰
۱۳۶	صلح اور صفائی	۱۵۰
۱۳۷	انسان اور اس کی جان	۱۵۱
۱۳۸	لباس	۱۵۴
۱۳۹	لباس کے مقاصد کا خلاصہ	۱۵۵
۱۴۰	کپڑے پہننے کے آداب	۱۵۶
۱۴۱	جوتا پہننے کے آداب	۱۵۸

پہلا باب

اسلامی عقیدے

کفر و شرک کا بیان

سوال: کفر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے کسی بات کو بھی نہ ماننا کفر ہے، مثلاً: ① کوئی شخص اللہ کو نہ مانے۔
② اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرے۔
③ دو تین خدا مانے۔ ④ فرشتوں کا انکار کرے۔
⑤ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا انکار کرے۔
⑥ کسی سچے نبی کو نہ مانے۔ ⑦ تقدیر کا انکار کرے۔
⑧ قیامت کے دن کا انکار کرے۔
⑨ اللہ تعالیٰ کے کسی مضبوط حکم کا انکار کرے۔
⑩ رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی خبر کو جھوٹا سمجھے۔
اس طرح کی باتوں سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

سوال: شرک کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک کرنے کے کیا معنیٰ ہے؟

جواب: ذات میں شریک کرنے کے معنیٰ یہ ہے کہ دو تین اللہ ماننے لگے، جیسے عیسائی تین خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے

علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بھی خدا مانتے ہیں۔
اور بت پرست بہت سے خدا مان کر مشرک ہوتے ہیں۔

سوال: صفات میں شریک کرنے کے کیا معنیٰ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح کسی دوسرے کے لیے کوئی صفت ثابت کرنا شرک ہے؛ کیوں کہ کسی مخلوق میں خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی، ولی ہو یا شہید، پیر ہو یا امام، اللہ تعالیٰ کی صفتوں کی طرح کوئی صفت نہیں ہوسکتی!

صفات میں شرک کی چند مثالیں

① اللہ پاک کی قدرت میں کسی کو شریک کرنا؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح قدرت کی صفت کسی کے لیے ثابت کرنا، مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ بیٹا یا بیٹی دے سکتے ہیں یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں یا روزی دے سکتے ہیں یا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں، یہ تمام باتیں شرک ہیں، اس کو شرک فی القدرۃ؛ یعنی اللہ کی قدرت میں مخلوق کو شریک کرنا کہتے ہیں۔

② علم میں شرکت؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی کے لیے علم کی صفت ماننا؛ مثلاً یوں سمجھنا کہ اللہ پاک کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی یا پیر وغیرہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرح ہر چیز کا انھیں علم ہے، یا ہمارے تمام حالات کی ان کو خبر ہے یا دور اور نزدیک کی ہر چیز کی خبر رکھتے ہیں، یہ سب شرک فی العلم ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی علم کی صفت دوسروں کے لیے ماننا۔

③ اللہ پاک کی صفتِ سَمَع (سننے کی صفت) یا بَصَر (دیکھنے کی صفت)

میں کسی کو شریک کرنا، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ پاک کی طرح کوئی نبی یا ولی یا پیر ہماری تمام باتوں کو دور اور نزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، یہ سب شرک ہے۔

بدعت کا بیان

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: وہ نئی بات یا نئے کام جن کا ثبوت شریعت سے ثابت نہ ہو؛ یعنی قرآن اور حدیث میں اس کا ثبوت نہ ملے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبعِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانے میں اس کا وجود نہ ہو، اس کو نیکی اور دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔

رسول ﷺ نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور جو شخص بدعت نکالے اس کو دین برباد کرنے والا بتایا ہے اور فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

ایمان کی حفاظت کا بیان

سوال: کیا ایسی باتیں بھی ہیں جن سے ایمان چلا جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی باتیں اور ایسے بہت سارے کام ہیں جن سے مسلمان کا ایمان ختم ہوجاتا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ: کوئی کام یا کوئی بات ایسی کرے جس سے اللہ یا اللہ کے رسول ﷺ یا اسلام کے کسی بھی چھوٹے یا

بڑے حکم اور عمل کی بے عزتی (توہین) ہوجائے یا کسی فرض کا انکار کردے یا کسی حلال کو حرام اور کسی حرام کو حلال سمجھے تو آدمی کا ایمان ختم ہوجاتا ہے۔

سوال: ایسی باتیں یا ایسے کام جن سے ایمان ختم ہوتا ہے ان کی چند مثالیں دیجیے؟

جواب: ① کفر کو پسند کرنا۔ ② کفر کی باتوں کو اچھا جاننا۔

③ کسی دوسرے سے کفر کی کوئی بات کرانا۔

④ کسی وجہ سے اپنے ایمان پر شرم آنا کہ اگر مسلمان نہ ہوتا تو فلانی بات حاصل ہوجاتی یا فلاں فائدہ حاصل ہوجاتا۔

⑤ کسی نبی یا فرشتے کو حقیر (نیچا) سمجھنا۔

اس طرح کی باتوں سے کافر بن جانے کا ڈر ہے۔

⑥ کسی کے انتقال پر ایسی باتیں کہنا کہ: بس اللہ کو اسی کو مارنا تھا، دنیا بھر میں مارنے کے لیے بس یہی تھا، اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ایسا ظلم کوئی نہیں کرتا جیسا اللہ نے کیا، اِن سب باتوں سے ایمان ختم ہوجانے کا ڈر ہے۔

⑦ کسی نے کہا: چلو! نماز پڑھو۔ جواب دیا کہ: کون اٹھک بیٹھک کرے؟ اس طرح کہنے سے بھی ایمان چلے جانے کا ڈر ہے۔

⑧ کسی نے روزہ رکھنے کے لیے کہا۔ جواب میں کہا کہ: کون بھوکا مرے؟ یا یوں کہا کہ: روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو تو اس طرح کہنے سے ایمان برباد ہوسکتا ہے۔

⑨ کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر کہا: ارے بھائی! تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ تو اس نے کہا: ہاں! میں اللہ سے نہیں ڈرتا تو ایمان سے نکل جانے کا ڈر ہے۔

⑩ کسی کو بُرا کام کرتے دیکھ کر کہا: کیا تو مسلمان نہیں جو ایسا غلط کام کرتا ہے؟ جواب دیا: ہاں! جو سمجھنا ہو سمجھو تو ایمان سے نکل جانے کا ڈر ہے۔ چاہے یہ ساری باتیں ہنسی اور مذاق میں کہی ہوں۔

⑪ کسی نے نماز پڑھنا شروع کی اور اتفاق سے کوئی مصیبت پڑ گئی؛ اس لیے کہا کہ: یہ سب نماز کی نحوست ہے۔

⑫ کسی نے کہا کہ: اگر اللہ کہے تو بھی یہ کام نہ کروں گا۔

⑬ یا یوں کہے کہ: میں ایسا کام کرتا ہوں جس کو اللہ بھی نہیں جانتا۔

⑭ اللہ تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے کسی حکم کو بُرا سمجھنا یا اس میں عیب اور کمی نکالنا، یا کسی بات پر شک کرنا اور اس کا مذاق اُڑانا۔

ان سب باتوں سے ایمان برباد ہونے کا ڈر ہے۔

⑯ گناہِ کبیرہ کو جائز سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

⑰ کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس پر یقین کرنا، اس کی وجہ سے ایمان سے نکل سکتا ہے۔

اللہ پاک اپنے فضل سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رکھے (آمین)۔

پیارے بچو! یاد رکھو: یہ چند مثالیں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم

اپنی زبان کی حفاظت کریں اور ایسی کوئی بات یا کام نہ کریں جن سے ایمان چلا جاتا ہے اور انسان کافر ہو جاتا ہے؛ اس لیے ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولو۔

سوال: اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ کہہ دے یا کفر کا کام کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایمان ختم ہو جاتا ہے اور اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اگر شادی والا ہے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

ابو ہشام بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما۔

لہٰذا عمر! اللہ کی طرف آؤ! اللہ کی طرف آؤ!۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت دارِ ارقم میں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کمر کے ساتھ لٹکائی اور حضرت خبّاب بن اَرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں جا پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، اندر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے، ایک صحابی نے جھانک کر باہر دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر گھبرا گئے، آپ کی سخت مزاجی کو وہ پوری طرح جانتے تھے، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا: عمر کمر سے تلوار لٹکائے ہوئے ہیں، نہ جانے ان کا ارادہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، اللہ نے انھیں بہادری سے بہت نوازا تھا، فوراً بولے: انھیں اندر آنے دو، نیک ارادے سے آئے ہیں تو ٹھیک ہے؛ ورنہ انھی کی تلوار سے ان کا سر اڑا دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حکم دیا کہ: انھیں آنے دو۔

دروازہ کھلا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ چوکنا تھے، وہ ان کے کسی بھی حملے کو روکنے کے لیے تیار تھے، ان کے اندر داخل ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کی طرف بڑھے، ان کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا اور فرمایا:

خطاب کے بیٹے! تم کس ارادے سے آئے ہو؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دل تو پہلے ہی نرم پڑ چکا تھا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر دارِ ارقم میں موجود تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے زور سے نعرۂ تکبیر پڑھا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

آسمان میں فیصلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے آسمان میں فیصلہ ہو چکا تھا، وہ دعا یہ تھی:

اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اسے اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت عطا فرما۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو پیارے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسلام قبول کرنے کے اسباب بنا دیے۔

چالیسواں مسلمان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنائے جانے کے چھٹے سال ذوالحجہ کے مہینے میں ۲۷ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد مسلمان ہوئے۔

فرماتے ہیں کہ: میں جس دن مسلمان ہوا اس وقت مسلمانوں کی تعداد انتالیس (۳۹) تھی، میں نے مسلمان ہو کر ان کی تعداد چالیس (۴۰) کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اسلام کو طاقت بخشی اور دینِ اسلام کھل کر سامنے آ گیا۔ اس وقت مسلمان ہونے والی عورتوں کی تعداد گیارہ تھی۔

کعبہ میں جماعت کے ساتھ نماز

مکہ کے کافر لوگ مسلمانوں کو کعبہ شریف میں جماعت سے نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو آپ نے ہمّت دلائی اور مسلمان جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں ایسا موقع تیار کروایا۔

دیکھو! کیسی بڑی خدمت انجام دی!!

فاروق کا لقب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ''فاروق'' کا لقب عطا فرمایا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے، وہ ''فاروق'' ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فرق ظاہر کر دیتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدینہ کی طرف ہجرت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھلم کھلا ہجرت فرمائی۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنھوں نے کھل کر ہجرت کی؛ جبکہ دوسرے مہاجرین نے چھپ کر ہجرت کی۔

جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو تلوار گلے میں لٹکائی، کندھے پر کمان رکھی، ہاتھ میں تیر لیا، نیزہ بازو میں رکھا اور سیدھے بیت اللہ کے پاس پہنچے، لوگ مسجدِ حرام کے صحن میں بیٹھے تھے، آپ نے طواف کے چکر پورے کیے، پھر

مقامِ ابراہیم پر پہنچے اور تسلی سے نماز ادا کی، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بعض اچھائیاں
سادے سیدھے کپڑے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے کے باوجود اتنے سادہ کپڑے پہنتے تھے کہ بعض مرتبہ بارہ بارہ پیوند (ﺩﺍﻧﺪﺍ) لگے ہوئے ہوتے تھے، اور کپڑے بھی بہت کم تھے، ایک مرتبہ جمعہ کی نماز میں دیر سے تشریف لائے، منبر پر چڑھ کر لوگوں سے معافی مانگی، فرمایا کہ: میرے پاس ایک ہی کرتہ ہے اور اس کو دھو کر سُکھانے میں دیر ہوگئی؛ اس لیے میرے آنے میں دیر ہوگئی۔

معمولی کھانا

کھانا بھی آپ کا بہت سادہ سیدھا تھا، جو آٹا چھلنی میں چھانا نہ گیا ہو اس کی روٹی اور زیتون کے تیل کے ساتھ بھی کھانا کھالیا کرتے تھے۔

یوں فرماتے تھے کہ: جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضور بھی چھانے بغیر آٹے کی روٹی کھاتے ہیں تب سے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ایسا کرتا ہوں۔

بوڑھوں اور ضعیفوں کی خدمت

رات کی اندھیری میں بوڑھوں اور ضعیفوں کے گھر جا کر ان کی خدمت

کرتے تھے، جب آپ خلیفہ تھے تو ایک دن رات میں مدینہ میں چکر لگا رہے تھے، ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے آس پاس بچے رو رہے ہیں، چولہے پر برتن رکھا ہوا ہے، آپ نے قریب جا کر پوچھا: اے اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟

تو اس عورت نے بتایا کہ: بھوک کی وجہ سے اور کہا کہ: برتن میں پانی رکھ کر ان بچوں کو میں بہلا رہی ہوں؛ یعنی بچوں کو یہ ہو کہ کچھ کھانا پک رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے، فوراً بیت المال تشریف لائے اور ایک بوری میں آٹا، گھی، کھجور، کپڑے اور درہم ڈالے اور اپنے غلام اسلم کو کہا کہ: یہ بوری میرے کندھے پر رکھ دو۔

غلام اسلم نے کہا: اے امیر المومنین! میں اٹھاؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: کل قیامت کے دن بھی تم میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟ پھر خود وہ بوری اٹھا کر اس عورت کے پاس پہنچے، خود بوری میں سے چیزیں نکالی اور برتن میں رکھا اور چولہے کی آگ میں پھونک مارنے لگے؛ یہاں تک کہ چولہے سے اتنا دھواں نکلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی سے نکل رہا تھا، پھر کھانا تیار ہوا تو اپنے ہاتھ سے نکال کر بچوں کو کھلایا اور ایک طرف بیٹھ کر انھیں دیکھنے لگے اور فرمایا کہ: ان کو روتے ہوئے دیکھا ہے، جی چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو ہنستا ہوا دیکھ لوں۔

دیکھو! بچو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسے خدمت کرتے تھے!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب وغریب انصاف

مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ نے ایک مصری آدمی کو بغیر کسی وجہ سے کوڑے مارے (اس مارنے کی خبر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نہیں تھی)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فریاد پہنچی، آپ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ: آپ اپنے بیٹے کو لے کر یہاں مدینہ آیئے۔ جب وہ آ گئے تو مصری کو کہا کہ: لو یہ کوڑا پکڑو اور گورنر کے بیٹے کو مارو۔

اس طرح آپ نے برابری کا انصاف کیا۔

احد کی لڑائی کے بعد ابوسفیان کو جواب

اُحد کی لڑائی جب ختم ہوئی تو ابوسفیان جو اس وقت مکہ کے کافروں کے سردار تھے انھوں نے نعرہ لگایا: اُعْلُ هُبُلَ. (ہبل دیوتا کی جَے ہو)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نعرہ لگایا: اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ. (اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور برتر ہیں)۔

دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی بڑائی کا کیسا نعرہ لگا رہے ہیں!

سچی جمہوری (લોકશાહી) حکومت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ہر شخص کو اپنے حقوق کی پوری آزادی کا اختیار دیا تھا، امیر اور بادشاہ ہر قسم کے حق میں تمام لوگوں

کے برابر برابر ہوتے تھے، ایسی عجیب وغریب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بادشاہ اور امیر ہونے کے باوجود ایک جمہوری حکومت چلاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کے زمانے میں تین بڑے کارنامے انجام دیے:

① ایک کمیٹی بنائی جس میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو شامل کیا، ان سے مشورہ کر کے آپ کام کرتے تھے، یہ مجلس مسجدِ نبوی میں ہوتی تھی اور لوگوں کی ضرورت کے لیے روزانہ کے کاموں کے لیے مشورہ کر کے فیصلہ ہوتا تھا۔

② حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حکومت سنبھالی تو آپ نے ملک کا نظام بہت عمدہ بنایا، تمام شعبے (विभाग) الگ الگ کیے:

(ا) عدالت (کورٹ) آپ نے ہر جگہ الگ الگ قائم کیا۔

ہر ضلع میں عدالتیں بنائیں، جج (قاضی) مقرر کیے، عدالتوں کا قانون بنایا: حکومت کے افسر کتنی دیر کام کریں؟

کچہریاں کب کھولی جائیں؟ کب بند ہوں؟

ضمانت کیسے لی جائے؟ کس کی ضمانت نہ لی جائے؟

یہ سب چیزیں آپ رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائیں۔

خلافت کے زمانے میں انوکھے کارنامے

سب سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ اگر کسی پر دعویٰ ہو اور وہ بُڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو جس نے دعویٰ کیا ہے وہ سواری کا

انتظام کرے اور عدالت تک پہنچائے، عدالت بیمار، بوڑھے کو زبردستی نہیں بلائے گی۔

جج اور قاضی ایسے بنائے جو پورا پورا انصاف کرتے تھے، کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، اپنا ہو یا پرایا ہو، سب کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتے تھے، نہ کسی کی سفارش کرتے تھے، نہ کسی کے دباؤ سے مجرم کو چھوڑتے تھے۔

(۲) دینی مسائل کے لیے فتاویٰ کا شعبہ الگ سے قائم کیا۔

(۳) پولس کا محکمہ قائم کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پولس کے اختیارات دیے اور خاص خاص یہ کام آپ کو سونپے:

(۱) دکان والے ناپ تول میں کمی نہ کریں۔

(۲) کوئی سڑک پر گھر نہ بناوے۔

(۳) جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔

(۴) کھلم کھلا شراب نہ پیے۔

اس طرح کے اہم اہم کاموں کے لیے آپ نے یہ پولس کا محکمہ قائم کیا اور ایک جیل خانہ بھی بنوایا۔

پورے ملک کا خزانہ بیت المال (RESERVE BANK) آپ نے شروع کروائی۔

فوج اور ملک کی ملٹری بنوائی اور اس کے لیے رجسٹر اور آفس قائم کیے اور فوجیوں کے لیے باقاعدہ وظیفہ (تنخواہ) آپ نے طے کیا۔

تمام کے تمام گورنروں سے آپ حساب بھی لیتے تھے، ایک مرتبہ آپ کو پتہ چلا کہ آپ کے گورنروں کا مال کچھ زیادہ ہو رہا ہے تو آپ نے سب کی رپورٹ منگوائی اور سب کا آدھا مال بیت المال میں جمع کروا دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حکومت چلانے میں ایسے ماہر تھے کہ: چٹیل میدان اور بنجر زمینوں کو ہرا بھرا کر دیا۔

سارے ملک میں اعلان کروا دیا کہ: جہاں بنجر زمینیں ہوں، جو کوئی ان میں کھیتی کرے گا، زمین اس کو دے دیں گے۔

نہریں نکالیں، مسلسل پانی بہنے کے لیے چھوٹے چھوٹے نالے بنائے اور مستقل نہر کا شعبہ قائم کر دیا۔

خیال کرو کہ: فقط مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ کام کرتے رہے۔ نہریں نکلیں تو لوگوں نے بنجر زمینوں میں کھیتی شروع کر دی۔

مکہ معظّمہ کے راستے ویران تھے، ان راستوں پر پانی تک کا انتظام نہیں تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر منزل پر چوکیاں، مہمان خانے اور چشمے تیار کروائے، مہمان خانے، مسافر خانے اور فوج کی چھاؤنیاں بنوائیں۔

بصرہ جیسا عالی شان شہر آباد کیا، بصرہ کو اتنا بڑا شہر بنایا جس کی آبادی دو لاکھ جتنی تھی، بصرہ سے دجلہ ندی ۱۰ میل دور تھی؛ مگر دجلہ سے بصرہ تک نہر نکالی۔

کوفہ بسایا اور اتنے مکانات بنوائے جس میں چالیس ہزار آدمی رہ سکیں۔ ہر خاندان والوں کے الگ الگ محلے تعمیر کروائے۔

چوڑی چوڑی سڑکیں، کھلی ہوئی صاف ستھری گلیاں، شان دار مسجدیں، جن کے چاروں طرف چوڑے میدان، مہمان خانے جس میں باہر کے مسافر آئیں تو ٹھہر سکیں۔

شہر مَوصِل (Mosul) سجایا، جس میں بڑے بڑے پٹرول کے چشمے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر مسلمان کو سپاہی بنانا چاہتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عام مسلمان سچائی، سادگی اور پاکیزہ اخلاق والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ دیکھ بھال کرتے تھے کہ مسلمانوں میں گھمنڈ اور غرور پیدا نہ ہو اور کسی کو دکھ اور تکلیف نہ پہنچائیں، یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت سارے غیر مسلم مسلمان ہوئے۔

حساب و کتاب کے بہت سے شعبے بنوائے، سِکّے جاری کیے، کسی سکہ پر ''الحمد للّٰہ''، کسی پر ''محمد رسول اللّٰہ'' اور کسی پر ''لا الہ الا اللّٰہ وحدہ'' لکھوایا۔

جب تک خلیفہ نہ ہوئے تھے تجارت کرتے تھے، امیر بننے کے بعد لوگوں کے مشورہ سے کھانے پہننے کا معمولی خرچ بیت المال سے لینے لگے۔

تعلیم کا نظام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر جگہ قرآنِ مجید پڑھانے کے مدرسے کھول دیے، آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ: ہر ایک بچے کو لکھنا سکھایا جائے اور

گھوڑے سواری کی تعلیم دی جائے۔

قرآنِ مجید کے عمدہ حافظوں کو قرآن پڑھانے پر مقرر کیا، اس کا پورا پورا خیال رکھا کہ قرآن غلط نہ پڑھا جائے اور ہدایت کر دی کہ: جب شاگرد قرآن کو صحیح اور اچھے طور پر پڑھنے لگیں تو کہیں دوسری جگہ چلے جائیں اور اس طرح سارے ملک میں قرآن کی تعلیم جاری کر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سخی بھی تھے، آپ نے تبوک کی لڑائی کا حال پڑھ لیا، جب تبوک کا موقع آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے مال کا آدھا حصہ اللہ کے دین کے لیے خرچ کر دیا۔

آپ نوکروں اور غلاموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت صفوان ابن امیہ رضی اللہ عنہ کھانے سے بھرا ہوا ایک بہت بڑا خوان (کھنچہ) لے کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے غریب، مسکین اور غلاموں کو بلایا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا، پھر ارشاد فرمایا: اللہ لعنت کرے ایسے لوگوں پر جو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عیب سمجھتے ہیں۔

اس لیے پیارے بچو! غلام، نوکر، کام کرنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دلی تمنا تھی کہ ان کو شہادت کی موت نصیب ہو اور یہ شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے شہر میں ملے، خلافت کے گیارھویں

سال ان کی یہ دونوں دعائیں قبول ہوئیں۔

۲۳ھ میں حج کے لیے مکہ گئے، حج سے واپس لوٹے تو جمعہ کے دن مسجد میں خطبہ دیا جو بہت لمبا تھا، اس خطبے میں جہاں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سی نصیحتیں کیں وہاں اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔

مدینے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایرانی کاریگر غلام ابو لؤلؤ فیروز تھا، ایک دن اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے آقا کی فریاد کی، فریاد غلط تھی؛ لیکن ابولؤلؤ ناراض ہوکر چلا گیا۔

اگلے دن ابولؤلؤ فجر کی نماز سے پہلے مسجد میں جا کر چھپ گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو اس نے کونے سے نکل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دو دھاری خنجر سے چھ وار کیے، پھر دوسرے مسلمانوں کو زخمی کرتا ہوا بھاگا؛ لیکن پکڑا گیا، پکڑے جاتے ہی اس نے اس خنجر کو اپنے پیٹ میں بھونک لیا اور وہیں مر گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت زخمی ہو گئے تھے، ایسے میں انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ: مجھ پر کس نے حملہ کیا؟

انھوں نے بتایا کہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ فیروز نے۔ یہ سن کر فرمایا: اللہ کا شکر ہے، میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہو رہی ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔

لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لائے، تمام لوگ غم سے نڈھال تھے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یکم محرم ۲۴ ہجری کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو شہادت کا رتبہ ملا۔

آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ۹ لڑکے اور ۵ لڑکیاں تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیوی ہیں۔

سوالات

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟

② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟

③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟

④ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔

⑤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔

⑥ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔

⑦ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟

⑧ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا اور آپ کی وفات کب ہوئی؟

⑨ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

تیسرے خلیفہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: عثمان۔

کنیت: ابوعبداللہ۔

لقب: ذُوْا لنُّوْرَیْنِ اور غنی۔

ولادت: ۵۷۶ء میں۔

والد کا نام: عفان۔

والدہ کا نام: اَرویٰ۔

خاندان: بنوامیہ۔

شہادت: ۱۸/ذوالحجہ سنہ ۳۵ھ جمعہ کے دن۔

کل عمر: ۸۲ یا ۸۸۔

خلافت کی کل مدت: ۱۱/سال، ۱۱/مہینے اور ۲۲/دن۔

دفن کی جگہ: جنت البقیع۔

نام اور لقب

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۵۷۶ء میں مکہ شہر میں پیدا ہوئے، ماں باپ نے ان کا نام ''عثمان'' رکھا، آپ رضی اللہ عنہ کے دو لقب بہت مشہور ہوئے:

① ''ذُوالنُّوْرَیْنِ''؛ یعنی دو نور والے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں: حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ایک بعد ایک کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا؛ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' کا لقب دیا گیا۔

② دوسرا لقب ''غنی'' ہے، آپ مکہ کے ایمان دار تاجر تھے، آپ نیکی کے کاموں میں بہت خرچ کرتے تھے؛ اس لیے غنی کے لقب سے مشہور ہوئے اور یہی لقب آپ کے نام کا حصہ بنا۔

خاندان

پانچویں پشت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ قریش کے قبیلہ بنو اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے پردادا کا نام اُمیہ تھا اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردادا کا نام ہاشم تھا، اُمیہ، ہاشم کے بھتیجے اور اپنے خاندان کے سردار تھے، اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان ''بنو اُمیہ'' سے مشہور ہوا، اُس خاندان کے لوگ ''اُموی'' کہلاتے تھے، قریش کا قومی جھنڈا رکھنے کی ذمّے داری اسی خاندان کے پاس تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابّا، امّاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے والد ''عفان'' کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ''اَرویٰ'' تھا اور نانی ''اُم حکیم بیضاء'' تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ کی سگی بہن تھیں، یوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ بی بی اروی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھی اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھانجے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جوانی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب جوان ہوئے تو انھوں نے تجارت کو پسند کیا، انھوں نے اناج کی تجارت شروع کی، ایمان دار تو تھے ہی، اس خوبی نے ان کے کاروبار کو خوب بڑھایا۔

کاروبار جم گیا اور جلد ہی مکہ کے مال دار تاجروں میں ان کی گنتی ہونے لگی؛ لیکن آپ مکہ کے عام تاجروں کی طرح نہیں تھے، اتنے زیادہ مال و دولت کے مالک ہونے کے باوجود آپ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔

اُس زمانے میں شراب کا رواج عام تھا، بہت کم لوگ اُس سے بچے ہوئے تھے؛ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، کبھی زنا نہیں کیا، کبھی گانا، باجا نہیں سنا۔

کبھی اپنی دولت کو فضول کاموں میں خرچ نہیں کیا۔
طبیعت میں نیکی تھی؛ اس لیے خود بھی نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونتیس (۳۴) سال کے تھے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمادیا، نبوت کے پہلے سال گنتی کے چند ہی لوگوں نے اسلام کو قبول کیا، اُن نیک لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ سُعدیٰ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک دن ان کے یہاں گئے تو انھوں نے کہا کہ:
بھانجے! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر قرآن اترتا ہے اور وہ اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ان کا دین قبول کرنے میں ہی بہتری ہے۔

خالہ کی باتیں سن کر ان کے دل پر اچھا اثر ہوا، وہ خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانتے تھے، ایسے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوگئی، اُن سے اپنی خالہ کی باتیں بتائی تو انھوں نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! جو کچھ تمھاری خالہ نے کہا وہ بالکل سچ ہے، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام کی خوبیاں بیان کیں، ان کی باتیں سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دل نرم ہوگیا۔

وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوراً کلمہ پڑھ کر اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور اسلام قبول کرلیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر آپ کے چچا حَکَم بن ابی العاص کو ہوئی تو ان کو بہت غصہ آیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رسیوں سے جکڑ کر مارنے اور پیٹنے لگے اور کہنے لگے: ''بھتیجے! نیا مذہب چھوڑ دو''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ چچا کی سختی کو سہن کیا اور ہر بار ان کو یہ کہا کہ: جو چاہے کرلو، اسلام کو نہیں چھوڑوں گا۔

چچا مار مار کر تھک گئے؛ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوصلے کو نہ توڑ سکے؛ بالآخر چچا نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام پر جمے رہے۔

حبشہ کی طرف ہجرت

یہ ظلم وستم صرف اپنے رشتے دار کی طرف سے نہیں تھا؛ بلکہ دوسرے کافر بھی انھیں ستاتے رہے، ان کی طرح دوسرے مسلمان بھی مظلوم تھے، جب ظلم حد سے بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا:

تم لوگ یہاں سے نکل کر حبشہ چلے جاؤ، وہاں کا بادشاہ اچھا آدمی ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا، جب تک اللہ تمھاری یہ مصیبت دور نہیں کر دیتا تم وہیں ٹھہرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بعد سولہ (۱۶) مسلمانوں کی ایک جماعت نے مکہ کی زمین سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اس جماعت میں بارہ (۱۲) مرد اور چار (۴) عورتیں یا گیارہ (۱۱) مرد اور پانچ (۵) عورتیں شامل

تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے امیر تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

حبشہ برِّ اعظم افریقہ کا ایک ملک تھا، جو سمندر پار عرب کے جنوبِ مغرب میں واقع تھا، آج کل یہ ''ایتھوپیا (ethopia)'' کہلاتا ہے، اس زمانے میں حبشہ کے بادشاہ کو ''نجاشی'' کہا جاتا تھا، اس کا تعلق عیسائی مذہب سے تھا؛ لیکن وہ انصاف والا بادشاہ تھا۔ حبشہ میں یہ مسلمان بڑے سکون کے ساتھ رہے، وہاں عبادت پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

انھیں وہاں آئے ابھی تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کو خبر ملی کہ مکہ کے سبھی کافروں نے اسلام قبول کر لیا ہے، یہ خبر سن کر ان کے دلوں میں خوشی آ گئی اور وہ مکہ لوٹ آئے، مکہ پہنچنے پر ان کو پتہ چلا کہ یہ خبر سراسر غلط ہے؛ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا؟ وہ لوٹ آئے تھے، واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔

جب مکہ کے کافروں کی سختیاں حد سے بڑھ گئی اور مسلمانوں کا جینا مشکل ہو گیا تو اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ: مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔

اِس مرتبہ ہجرت کرنے والی جماعت میں تقریباً ایک سو تین (۱۰۳) مسلمان تھے، جن میں چھیاسی (۸۶) مرد اور سترہ (۱۷) عورتیں شامل تھیں، ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دوسری دفعہ بھی دین کی خاطر ہجرت کرنے کی خوش نصیبی ملی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے ابوبکر! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے عثمان اور رقیہ نے اللہ کے لیے ہجرت کی ہے۔

مدینہ کی طرف ہجرت

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے اکثر لوگ واپس مکہ لوٹ آئے تھے، نبوت کا تیرھواں سال تھا، مکہ کے کافروں نے مسلمانوں کا جینا مشکل کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا کہ: تم لوگ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے جاؤ۔

کیوں کہ وہاں بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور انھوں نے مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اور مدد کا وعدہ بھی کیا تھا۔

ایک کے بعد ایک مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے گئے، مکہ میں گنتی کے چند مسلمان رہ گئے تھے، ان ہجرت کرنے والوں میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے، اس طرح دین کی خاطر تیسری بار ہجرت کی خوش نصیبی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح

پیارے بچو! آپ پہلے پڑھ چکے ہو کہ ہجرت کے دوسرے سال بدر

کی لڑائی ہوئی، اُس وقت حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں، ان کی سخت بیماری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تم یہیں رہو، تمھیں اُس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو لڑائی میں شریک ہوگا، تم رُقیہ کی بیماری میں خدمت کرو۔

جس روز بدر میں مسلمانوں کو جیت حاصل ہوئی اسی روز حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بہت غمگین کر دیا، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی نہیں گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا، یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذی النورین؛ یعنی دو نور والا کہا گیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سن ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر بیمار ہوئیں اور چند دن بیمار رہ کر وفات پا گئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے بھی نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد ان کی سخاوت زیادہ ہوگئی، وہ محتاجوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا، ایک سوداگر اناج سے بھرے ہوئے ایک ہزار اونٹ لے کر مدینہ آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس سے سارا اناج خرید لیا، مدینہ کے تاجروں کو اُس کی خبر ہوئی تو وہ اناج خریدنے آ گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تو اُس آدمی کے ہاتھ بیچوں گا جو مجھے دس گنا نفع دے گا۔

اب کون تھا جو اتنا نفع دے پاتا؟ سب مایوس ہو کر لوٹ گئے، ان کے جانے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پورے مدینے میں اعلان کروا دیا کہ: جس شخص کو جتنے اناج کی ضرورت ہو وہ آ کر مفت لے جائے۔

اس اعلان کے بعد لوگوں نے تعجب سے پوچھا: آپ تو کہتے تھے کہ: میں غلہ دس گنا نفع پر بیچوں گا؛ لیکن آپ نے تو سارا اناج مفت دے دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب دیتے ہیں؛ اس لیے میں نے اللہ کے نام پر یہ اناج ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر درہم کے بدلے میں دس درہم خرچ کرنے کا ثواب دیں گے۔

تبوک کی لڑائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت

تبوک کی لڑائی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روم کے بادشاہ سے مقابلے کے لیے آس پاس کے علاقوں سے بھی مسلمانوں کو بلا لیا، اس طرح بڑا

لشکر تیار ہو گیا؛ لیکن اتنے بڑے لشکر کے لیے خوراک، ہتھیار، سواریاں اور ضروری سامان کا مسئلہ تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ: اس نیک مقصد کے لیے دل کھول کر چندہ دیں، ایسا کرنے والوں کے لیے جنت ہے۔ مسلمانوں نے اس موقع پر بڑھ چڑھ کر چندہ جمع کروایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کا آدھا سامان لے آئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام تجارت کے لیے ایک قافلہ تیار کیا تھا جس میں دوسو اونٹ تیار تھے، تقریباً تیس کلو کے قریب چاندی تھی، انھوں نے سب اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا، اُس کے بعد بھی دوسرے سو اونٹ دیے، پھر بھی دل نہ مانا تو ایک ہزار دینار۔ جو تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونا کے برابر تھے۔ نقد لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ: آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انھیں نقصان نہ ہوگا۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور زیادہ صدقہ کیا؛ یہاں تک کہ اس صدقہ، نقد رقم کے علاوہ نوسو (۹۰۰) اونٹ اور سو (۱۰۰) گھوڑے ہو گئے۔

مسجدِ نبوی کو بڑا کرنے کے لیے سخاوت

مسجدِ نبوی شروع میں بہت چھوٹی تھی، مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ساتھ والی زمین مسجد کے لیے خرید لی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس زمین کو خرید کر مسجد میں شامل کر دے اور بدلے میں جنت لے لے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی آگے بڑھے اور دس ہزار درہم میں یہ زمین خرید کر مسجد کے لیے پیش کر دی۔

میٹھے پانی کا کنواں خرید کر وقف کر دیا

مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا اور ایک یہودی اس کا مالک تھا، وہ پانی قیمت پر بیچتا تھا، لوگ پانی کی کمی سے پریشان تھے اور پانی قیمت پر خریدنے پر مجبور تھے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان اس کنویں کو خرید لیوے؛ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار (۲۰۰۰۰) درہم کے بدلے میں ''رومہ'' نام کا کنواں خرید لیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ان کو جنت کی خوش خبری سنائی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایرانی غلام ابولؤلؤ فیروز کے ہاتھوں سخت زخمی ہو گئے اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو انھوں نے چھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام طے کیے کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لینا۔

ان چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مبارک نام یہ تھے:

① سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ ② سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

③ سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ ④ سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔

⑤ سیدنا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

⑥ سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

سب نے مل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ پسند کر لیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کی عمر ستر (۷۰) برس سے زائد تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال تک خلافت کی ذمّے داری نبھاتے رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جو علاقے جیت لیے گئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ملکوں کو جیتنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اس کو ہمت سے آگے بڑھایا، کئی نئے ملک اور علاقے فتح ہوئے۔

آذربائیجان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دوبارہ فتح ہوا، آرمینیا اسلامی حکومت میں شمار کیا گیا۔

۲۷ ہجری میں حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے افریقہ پر چڑھائی کی اور طرابُلُس، قُبْرُص، طَبَرِسْتَان، جُرْجَان وغیرہ علاقے فتح ہوئے؛ یہاں تک کہ اسلامی حکومت کی حدیں چین تک جا پہنچیں۔

حضرت سَمُرَہ رضی اللہ عنہ بلوچستان تک آ پہنچے، اُس زمانے میں بلوچستان نامی کوئی صوبہ نہیں تھا، یہ سارا علاقہ سندھ میں شامل تھا۔

سمندری جنگ

شام کے گورنر حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہمیں ہر وقت رومیوں کی طرف سے سمندری حملے کا خطرہ رہتا ہے، ان کے مقابلے میں ہمارے پاس سمندری طاقت ہی نہیں ہے؛ لہذا ہمارے پاس سمندری لشکر ہونا چاہیے۔

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سمندری لشکر تیار کرنے کا حکم دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ایک عظیم الشان سمندری لشکر تیار کیا، جس میں کئی سولڑائی کے بوٹ شامل تھے۔

جہاز بنانے کا پہلا کارخانہ مصر میں قائم ہوا، سمندری لشکر تیار کر کے سمندری فوج تیار کی گئی، اس کا ایک حصہ شام اور ایک حصہ مصر کے ساحل پر رہتا تھا، مسلمانوں کی سمندری طاقت بڑھ گئی اور جلد ہی کئی علاقے فتح ہوئے۔

لوگوں کی خیر خواہی کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششیں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی بھلائی کے لیے بہت سے اچھے کام کیے جن میں سے کچھ یہ تھے:

مدینہ کی طرف آنے والے تمام راستوں کو اچھے طریقے سے بنوایا؛

تا کہ مسافروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، ان راستوں پر جگہ جگہ چوکیاں بنوائیں، مسافر خانے تعمیر کرائے۔

مدینہ سے کچھ فاصلہ پر بند (3H) تعمیر کروایا؛ کیوں کہ خیبر کی طرف سے کبھی کبھار سیلاب کا پانی مدینہ کی طرف آجاتا تھا، اس طرح مدینہ کو سیلاب سے محفوظ کرلیا، اس بند کا نام ''مہزور بند'' ہے۔

پانی کا رخ موڑنے کے لیے نہریں بھی کھدوائی گئیں۔

پورے ملک میں اونٹوں اور گھوڑوں کو پالنے کا بہت اچھا نظام کیا، ان کے لیے چرنے کی جگہیں بنوائیں اور ان کو ہرا بھرا رکھنے کے لیے ان کے قریب کنویں کھدوائے، کچھ چراگاہیں تو اتنی چوڑی تھیں کہ ان میں کئی کئی ہزار اونٹ اور گھوڑے پالے جاتے تھے، ان چراگاہوں کی نگرانی کے لیے مکانات تعمیر کروائے۔

نجد کے راستے پر مسافروں کی سہولت کے لیے شاندار مسافر خانے تعمیر کروائے، اُس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بازار بھی بنوایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جگہ جگہ چشموں کے پانی کا انتظام کیا، سڑکیں بنوائیں، ندی، نالوں، اور دریاؤں پر پل بنوائے، بہت سارے شہروں میں مساجد تعمیر کروائی گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام اسلامی علاقوں کا بیت المال مدینہ میں تھا، اس کے علاوہ ہر صوبے میں ایک بیت المال تھا، اُن سے محتاجوں کی

مدد کی جاتی تھی، جب نئے علاقے جیت لیے گئے اور آمدنی بڑھ گئی تو جن لوگوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے اُن کے وظائف میں سو سو درہم زیادہ کر دیے گئے۔

رمضان المبارک میں بیت المال سے ایک درہم روزانہ عام لوگوں کو ملتا تھا، جب کہ امہات المؤمنین کو روزانہ دو درہم دیے جاتے تھے۔

مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باقاعدہ قاضی مقرر کیے گئے، یہ قاضی اپنے زمانے کے بہترین عالم تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگا دی، ان کی ایک عظیم خدمت یہ بھی تھی کہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو قرآنِ مجید کی ایک قرأت پر جمع کر دیا۔

حرمِ پاک کی جگہ تنگ معلوم ہوئی تو آس پاس کے مکانات خرید کر اس کو چوڑا بنا دیا، کعبہ پر قیمتی غلاف چڑھانے کی شروعات بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی، مسجدوں میں خوشبوؤں کا سلسلہ بھی آپ نے شروع کروایا۔

خلافت کے آخری دنوں میں مشکلات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایسے اچھے کارناموں نے ملک کو خوب ترقی دی، مسلمانوں کے حالات اچھے ہوئے؛ لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے آخری چند سالوں میں بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

ان فتنوں کی وجہ وہ لوگ تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے، یہ لوگ بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے؛ لیکن وہ مسلمان نہیں تھے، بس مسلمان کی شکل بنالی تھی، ان کے اسلام قبول کرنے کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں اور ان کو آپس میں لڑوا کر کمزور کریں اور اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کردیں، جیسا کہ آج کل بھی ایسا خوب ہو رہا ہے، ایسے لوگوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف چلائی جانے والی اس تحریک کا سردار ''عبداللہ ابن سبا'' ظاہر میں مسلمان تھا؛ لیکن اندر سے یہودی، منافق اور مکار آدمی تھا، اُس نے لوگوں کو اپنے بناوٹی تقویٰ اور پرہیزگاری سے بہت متأثر کیا ہوا تھا، جب اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں شروع کیں تو لوگ اس کی باتوں کے جال میں آتے چلے گئے۔

الزامات کا جال اس قدر مہارت سے بچھایا کہ بعض نیک دل اور قریبی لوگ بھی شک میں پڑ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان الزامات کے تسلی بخش جوابات دیے؛ لیکن ان فساد کرنے والوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جوابات سے کوئی غرض نہیں تھی، وہ تو ان کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے تھے، ان کی بس ایک ہی رٹ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں رہنا چاہیے۔

چند دنوں کے بعد ان فساد کرنے والوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی

آوازوں سے مدینہ کی گلیاں گونج اُٹھیں، گھوڑ سوار ''انتقام ! انتقام'' کے نعرے لگا رہے تھے۔

پھر ان فسادی لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے میں لے لیا اور کئی دن تک گھیرے میں رکھا، گھیراؤ کے درمیان اندر کھانا اور پانی بالکل نہیں جانے دیا۔

ایک دن ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کی کوشش کی؛ لیکن ان ظالموں نے انھیں بھی جانے نہیں دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چند آدمیوں کے ذریعہ پانی کی تین مشکیں بھجوائیں جو باغیوں سے لڑ کر اور زخم کھا کر اندر لے جانے میں کامیاب ہوئے، پڑوس کے گھروں سے بھی پانی اور کھانے کی مدد پہنچی؛ لیکن یہ نہ ہونے کے برابر تھی، مشکل سے ایک یا دو دن گذر پاتے۔

باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف آنے والے تمام راستوں پر پہرا بٹھا دیا؛ تاکہ مدینہ کے لوگ ان کی مدد کو نہ پہنچ سکیں؛ لیکن اس کے باوجود سات سو (۷۰۰) بہادر مسلمان ہتھیار اُٹھائے کسی نہ کسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ: اگر آپ اجازت دیں تو ہم باغیوں کا مقابلہ کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کر دیا؛ اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

خون خرابے کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے اور اپنی ذات کے لیے دوسروں کو قتل کرنا انھیں پسند نہیں تھا، ان فسادیوں نے انھیں باتوں کا فائدہ اٹھایا اور انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری جمعۃ المبارک کا دن تھا، باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر حملہ کردیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس دن روزے سے تھے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کررہے تھے۔

ان پتھر دل ظالموں اور منافقوں نے اس بات کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی، آگے بڑھ کر ایک سلاخ اور نیزے وتلوار سے حملہ کردیا، آپ کی بیوی محترمہ سیدہ نائلہ بچانے کے لیے آگے آئیں تو ان ظالموں نے ان پر بھی وار کیا اور تلوار سے ان کی انگلیاں کاٹ دیں اور پھر امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردئے گئے۔

اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی (۸۲) سال کی تھی، آپ رضی اللہ عنہ کا خون قرآنِ مجید کے ان الفاظ ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ﴾ پر گرا تھا۔

ترجمہ: سو عنقریب تمھاری طرف سے اللہ تعالیٰ ان کو کافی ہوجائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قرآن مجید اب تک موجود ہے۔

اُس مظلوم شہید کو رات کے وقت بقیع قبرستان میں دفن کردیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بعض خوبیاں

شرم وحیا

پیارے بچو! اپنی زندگی میں شرم اور حیا پیدا کرو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ حیا اور شرم والے تھے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان سے تو اللہ کے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں؛ اس لیے میں بھی عثمان سے حیا اور شرم کرتا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی خوب دعوت کرتے تھے اور ان کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے اور خود اتنے سیدھے سادے تھے کہ سرکہ یا زیتون کا تیل کھا لیتے تھے۔ اپنے رشتے داروں کی خوب دعوت کرتے تھے۔

صاف صفائی

صاف صفائی کا بھی آپ بہت اہتمام فرماتے تھے، روزانہ غسل کرتے تھے، اچھے کپڑے پہنتے تھے، خوشبو لگاتے تھے۔

قبر کے سامنے کھڑے ہو کر بہت روتے تھے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے، روتے رہتے تھے، موت اور قبر کا خیال ہمیشہ ان کو رہتا تھا، جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ ان کی پوری ڈاڑھی آنسو سے بھر جاتی تھی۔

کسی نے پوچھا کہ: جنت اور جہنم کی بات سامنے آتی ہے تو اتنا نہیں روتے اور قبر پر اتنا روتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ:

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر اس سے نجات مل گئی تو آگے سب آسان ہے اور اگر قبر میں نجات نہیں ملی تو بعد میں بہت مشکلی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ فرمایا

حدیبیہ کی صلح کے موقع پر جب مکہ والوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر یوں فرمایا کہ: یہ ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے۔

اندازہ لگاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ کو حضرت عثمان کا رضی اللہ عنہ ہاتھ فرمایا، یہ کتنی بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے!!!

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنت میں ساتھی

ایک حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے جنت میں کوئی ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ باتیں

① جس نے لوگوں کا حق نہیں جانا اس نے اللہ کا حق نہیں جانا۔

② چھوٹے سے چھوٹا کاروبار اختیار کرنا کسی کے سامنے سوال کے

لیے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔

③ غریب اللہ کے راستے میں ایک روپیہ خرچ کرے تو مال دار کے ایک لاکھ خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

④ اپنے رب کے سوا کسی سے امید مت رکھو۔

⑤ سب سے برا آدمی وہ ہے جو لوگوں کی برائیاں کرتا پھرے۔

⑥ گناہ کسی نہ کسی طریقے سے دل کو بے قرار رکھتے ہیں۔ اس لیے گناہ کے کام کرنا چھوڑ دو۔

سوالات

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟

② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟

③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔

④ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔

⑤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ اور تعلق بیان کرو۔

⑥ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔

⑦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟

⑧ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟

⑨ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کس حالت میں ہوئی اور کب ہوئی؟

⑩ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

چوتھے خلیفہ

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: علی۔

کنیت: ابوالحسن اور ابوتراب۔

لقب: اسداللہ، حیدر اور مرتضیٰ۔

پیدائش: ۶۰۱ء مکہ مکرمہ میں۔

والد کا نام: عبدِ مناف (ابوطالب)۔

والدہ کا نام: فاطمہ بنت اسد۔

خاندان: بنو ہاشم۔

شہادت: ۱۷ رمضان المبارک سن ۴۰ ہجری۔

کل عمر: ۶۳ سال۔

خلافت کی کل مدت: ۴ سال، ۸ مہینے اور ۲۵ دن۔

دفن کی جگہ: کوفہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور خاندان

حضرت علی رضی اللہ عنہ ۶۰۱ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا ابو طالب کے بیٹے تھے؛ یعنی آپ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی خاندان بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے، جو قریش کا سب سے زیادہ عزت والا خاندان تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ''عبدِ مناف'' تھا؛ لیکن وہ اپنی کنیت ''ابو طالب'' سے مشہور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد عبد اللہ، ابو طالب کے سگے بھائی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ''فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا'' تھا، ان کا تعلق بھی ہاشمی خاندان سے تھا، وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکی تھیں اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ محبت رکھتی تھیں۔

نام، کنیت اور القاب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا نام ''اسد'' یا ''حیدر'' رکھا تھا؛ لیکن والد نے ''علی'' نام پسند کیا، پھر اسی نام پر اتفاق کر لیا گیا؛ البتہ ''حیدر'' ان کا لقب بن گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے لقب اسد، مرتضیٰ اور حیدر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابو الحسن'' اور ''ابو تراب'' تھی۔ ابو تراب کی کنیت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو عطا فرمائی۔

ابوتراب

ایک دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس وقت گھر میں نہیں تھے، ان کے متعلق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ باہر گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے اطمینان کے ساتھ وہاں سو رہے تھے، ان کے بدن پر مٹی لگی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹی کو صاف کرنے لگے، پھر فرمایا:

ابوتراب! اُٹھو، ابوتراب! اُٹھو۔

اُس دن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ''ابوتراب'' ہوگیا۔

''تُراب'' مٹی کو کہتے ہیں، ابوتراب کا مطلب ہوا: ''مٹی والا''۔

جب کوئی انھیں ابوتراب کہہ کر پکارتا تو بہت خوش ہوتے۔

پیارے بچو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کتنے سادہ تھے کہ مسجد میں مٹی پر سو گئے۔

نوٹ: اس زمانے میں مسجد میں قالین، ٹائلس، کارپیٹ نہیں ہوتی تھی، کچی زمین ہی پر نماز ہوتی تھی۔

''اسد اللہ''؛ یعنی اللہ کا شیر

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ کے میدان کے ماہر تھے، اپنی بہادری کی وجہ

سے ''اسد اللہ''؛ یعنی اللہ کے شیر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

لڑائی کے میدان میں قدم رکھتے تو فرمایا کرتے:

لڑائی کے میدان میں مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ موت میری طرف آرہی ہے یا میں موت کی طرف بڑھ رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ مکہ میں قحط (کال) پڑا، لوگ بھوک سے مرنے لگے، کھانے کے لیے کچھ ملتا نہیں تھا، ابو طالب پر مشکل وقت آ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پیارے چچا کے حالات معلوم تھے، اپنے چچا کا بوجھ کم کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مانگ لیا، اِس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔

اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھرپور خدمت کی اور ان کی پرورش اور تربیت میں برابر کا ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تربیت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم کا سمندر بنا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں اور گھر سے باہر ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازاروں میں گشت کرنے جاتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ میں جاتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً دس سال تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اسلام کی دعوت کو قبول کرلیا، اس طرح ان کو بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کی خوش نصیبی ملی۔

بچپن کے حالات

طبیعت میں بچپن ہی سے نیکی تھی؛ اس لیے ہمیشہ بتوں سے نفرت کرتے تھے۔ بچپن ہی میں لکھنے پڑھنے کا ہنر سیکھ لیا، جہاں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ ہو وہاں علم حاصل کرنا بڑی خوبی کی بات ہے۔

تلوار چلانے میں مہارت بھی بچپن میں حاصل کرلی، نیزہ چلانے میں بھی ماہر تھے۔ بچپن کی یہ صلاحیت جوان ہونے تک خوب زیادہ ہوگئی ،لڑنے کے سارے داؤ پیچ اچھی طرح سیکھ لیے، کُشتی لڑنے کا فن سیکھا تو خوب نام پایا، کوئی ان سے جیت نہیں سکتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سُلا کر گئے، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی بہادری کی بات ہے کہ مکہ کے دشمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان لینا چاہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے روانہ ہوگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ بستر پر آرام سے سو رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح

مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد مدینہ کے انصار اور مکہ کے مہاجرین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھائی چارے کا رشتہ قائم کروایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بھائی بنایا، پھر ہجرت کے دوسرے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مکان نہیں تھا، کرایہ پر مکان لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔

غزوات میں شرکت اور کارنامے

بدر کی لڑائی کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلام کا ایک جھنڈا تھا۔

بدر کی لڑائی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ شروع ہی سے بہت ہمت سے آگے بڑھے اور ولید نام کے کافر کو آپ نے قتل کر دیا۔

احد کی لڑائی کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لاتے رہے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم صاف کرتی رہی اور دونوں میاں بیوی نے حضور رضی اللہ عنہ کی بہت خدمت کی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعوتی سفر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کے علاقے کی طرف دینی

ذمّے داری دے کر بھیجا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے حج کے لیے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب الجھنیں اور پریشانیاں پیش آئیں تو ان کو دور کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے دروازے پر آئے اور فرمایا: آپ پر اللہ کی رحمت ہو، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ساتھی اور مدد کرنے والے اور اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور دین کو سب سے بڑھ کر نفع پہنچانے والے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور شروع ہوا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپس میں بہت پکے دوست تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے ساتھ کرایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکومت کا نظام چلانے کے لیے مجلسِ شوریٰ قائم کی، اس مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

سب سے بڑے قاضی

جن جھگڑوں کا فیصلہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نہیں کر پاتے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ہم میں سب سے بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک فیصلہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری رائے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں جب بیت المقدس کے سفر پر گئے تو مدینہ میں خلافت کی ذمّے داری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں خلافت کی ذمّے داری کے لیے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بنائی تھی، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام سب سے اوپر لکھا، یہ ان دونوں کے درمیان پکی دوستی کی بات ہے۔

اسلامی کیلنڈر کی شروعات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے اس زمانے میں یہ مشورہ ہوا کہ اسلامی

کیلنڈر شروع کیا جائے، اس کے لیے کونسے واقعے سے شروع کریں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے؛ یعنی ہجرت کی وہیں سے اسلامی کیلنڈر شروع کیا جائے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ رائے بہت پسند آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا کہ اب تاریخ کو ہجرت کی بنیاد پر شروع کیا جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جب کچھ لوگوں نے غلط الزامات لگا کر فساد شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فساد اور فتنے کو ختم کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بہت سے مشورے دیے اور پورا ساتھ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بنے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا غم کا موقع تھا، اسلامی سلطنت لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی، ایسے وقت میں سب کی نظریں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اُٹھیں، ایسے نازک وقت میں خلافت کے لیے وہی مناسب ثابت ہوئے؛ چنانچہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اصرار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے تیار کر لیا۔

خلافت کے بعد مشکلات

حضرت علی رضی اللہ عنہ پونے پانچ سال تک خلیفہ رہے، خلافت کا سارا زمانہ

ان کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا، کوئی اور ہوتا تو کب کا حوصلہ ہار چکا ہوتا؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہادری، علم و ذہانت اور بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ مشکل حالات کا سامنا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام حالات کو سامنے رکھ کر ''کوفہ'' کو دارالخلافہ (راجدھانی) مقرر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

کوفہ میں عبد الرحمن بن مُلجِم اُس راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا جس راستے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے گزرتے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف چلے تو عبدالرحمن ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا، آپ کے سر پر بھاری زخم آیا، ابن ملجم کو وہیں پکڑ لیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر کچھ نصیحتیں کیں اور اپنے قاتل کے بارے میں فرمایا کہ:

اسے کھانا کھلاؤ، پانی پلاؤ، اچھی طرح رکھو، اگر میں اس زخم سے مرجاؤں تو اسے قتل کرنا، شریعت کا یہی حکم ہے، اس کے ناک، کان، وغیرہ نہ کاٹنا، اور اگر میں بچ گیا تو میری مرضی؛ چاہے اس سے بدلہ لوں یا معاف کردوں۔

لیکن ابن ملجم کی تلوار زہر والی تھی، زہر تلوار کے زخم کے راستے سے پورے جسم میں پھیل گیا اور آپ حملے کے تیسرے دن ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو شہید ہوئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .

شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ رسال تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں، ان کے نام یہ ہیں: حضرت حسن، حسین، محسن، زینب، ام کلثوم رضی اللہ عنہم۔

حضرت محسن رضی اللہ عنہ کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی، ان کی وفات کے بعد کئی شادیاں کیں جن سے چودہ (۱۴) لڑکے اور سترہ (۱۷) لڑکیاں ہوئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ خاص باتیں
معمولی کپڑے اور سادہ کھانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت سادہ انسان تھے، آپ نے ہمیشہ فقیروں جیسی زندگی گزاری، ہلکے، کم قیمت کے کپڑے پہنتے تھے اور جو کھانا آسانی سے ہضم ہو جاوے ایسا کھانا کھاتے تھے۔

کپڑوں کو پیوند لگے ہوتے تھے اور یہ پیوند بھی وہ خود اپنے ہاتھوں سے لگاتے تھے۔

ایک مرتبہ عید سے چند دن پہلے کسی نے آپ کے کپڑوں میں پیوند دیکھے تو کہا: امیر المومنین! آپ دو درہم میں نیا جوڑا کیوں نہیں خرید لیتے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں نئے کپڑے پہنوں اور کوفے میں ہزاروں آدمیوں نے پرانے کپڑے پہن رکھے ہوں۔

پوری زندگی معمولی مکان میں رہے، دروازے پر کبھی دربان کھڑا نہیں کیا، آپ کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا رہتا تھا، ہر کوئی بلا روک ٹوک ان کے پاس آسکتا تھا۔

آپ کے دل میں اللہ کا بہت خوف تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دروازہ سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا

آپ سخی بھی بہت تھے، کہیں سے کوئی ہدیہ آتا تو اس کو لوگوں میں تقسیم کرتے تھے، آپ کے دروازہ سے کوئی کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا، ایک مرتبہ رات بھر کسی کی باڑی میں پانی پلانے گئے، تھوڑے سے جَو مزدوری میں ملے اس کو گھر لا کر پکایا، ابھی کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تھے کہ ایک مسکین نے اللہ کے نام کی آواز دی، فوراً اٹھے اور پکا پکایا کھانا دے دیا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اے علی! جو مؤمن ہوگا وہ تجھ سے محبت کرے گا اور تجھ سے وہی دشمنی رکھے گا جو منافق ہوگا۔

اچھے ساتھی

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ قبرستان میں بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے پوچھا: ابوالحسن؛ یعنی علی! کیوں بیٹھے ہو؟

فرمایا: یہ لوگ؛ یعنی قبر والے میرے بہت اچھے ساتھ بیٹھنے والے لوگ ہیں، جو کسی کی بری بات نہیں کرتے اور مجھے آخرت یاد دلاتے ہیں۔

اللہ کے لیے دشمنی

ایک لڑائی کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمن کو زمین پر گرا دیا اور اس کو قتل کرنے لگے تو اس دشمن نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ پر تھوک دیا، فوراً اس کے سینے سے اتر گئے اور اس کو معاف کر دیا۔

کسی نے پوچھا: آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا؟

فرمایا: میں تو اس سے اللہ کو راضی کرنے کے لیے لڑ رہا تھا، اس نے میرے اوپر تھوکا تو مجھے اس کی وجہ سے غصہ آ گیا، اگر میں اس کو قتل کرتا تو گویا کہ اس کے قتل میں میرا غصہ شامل ہو جاتا اور میں اپنی ذات کے لیے بھی قتل کرتا؛ اس لیے میں نے اس کو معاف کر دیا۔

پبلک کی راحت کے لیے کوششیں

پبلک کا حال جاننے کے لیے خود بازاروں اور گلیوں میں چکّر لگاتے تھے، بیت المال میں جو رقم جمع ہوتی تھی وہ کھلے دل سے غریبوں، مسکینوں اور حق داروں میں تقسیم کر دیتے، مسلمانوں کے ساتھ آپ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے زمانے میں ملکی انتظامات کو بہتر سے

بہتر بنانے کی کوشش کی، اپنے گورنروں اور افسروں کی سخت نگرانی کرتے رہے، کسی افسر کی معمولی سی شکایت بھی ملتی تو اس کے خلاف کارروائی کرتے۔

ملک کی حفاظت کے لیے آپ نے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔

کئی مضبوط قلعے بنوائے، فُرات ندی پر پل تعمیر کروایا۔

بعض جگہوں پر مسجدیں بھی بنوائیں۔

پوری عمر آپ نے کسی نہ کسی صورت میں دین کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔ یمن کے سینکڑوں لوگوں نے آپ کی کوششوں سے اسلام قبول کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحت

① جو آدمی گناہ سے شرم کرتا ہے تو اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور نیکیوں پر جو گھمنڈ کرتا ہے تو نیکی برباد ہو جاتی ہے۔

② علم مال سے بہتر ہے؛ اس لیے کہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمھیں خود کرنی پڑتی ہے۔

③ کوئی چیز تم کو معلوم نہیں ہے تو اس کو سیکھنے میں شرم نہ کرو۔

④ مصیبتوں کا مقابلہ صبر سے کرو اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔

⑤ بات کہنے والے کو نہ دیکھو؛ بلکہ (اچھی) بات کو دیکھو۔

⑥ جو گناہ کرنے والے کے نزدیک بہت معمولی ہے وہ گناہ بہت سخت ہوتا ہے۔

⑦ نیکی کی قدر کوئی کرے یا نہ کرے تم نیکی کرتے رہو۔

⑧ کوئی مانگے اس سے پہلے دینا یہ سچی سخاوت ہے۔

⑨ کوئی تم سے کوئی سوال کرے اور جواب نہ آتا ہو تو شرماؤ مت، بس یوں کہہ دو کہ: مجھے نہیں آتا ہے۔

⑩ معاف کر دینا بہت اچھا بدلہ ہے۔

⑪ لالچ سے روزی نہیں بڑھتی؛ لیکن انسان کی عزت گھٹ جاتی ہے۔

سوالات

① حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟

② حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔

⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔

⑥ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔

⑦ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟

⑧ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا اور آپ کی وفات کب ہوئی؟

⑨ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

چوتھا باب

اخلاق وآداب

پڑوسی کے حقوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! مؤمن نہیں۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! کون؟ ارشاد ہوا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ.

وہ شخص ہرگز جنت میں نہ جاسکے گا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہے۔

نوٹ: تین مرتبہ قسم کھا کر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ پڑوسی کو ستانے والا (کامل) ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

واقعتاً نہ ستاوے؛ لیکن صرف پڑوسیوں کو ڈرا دھمکا کر رکھے یہ بھی برا ہے، اس طرح رہے کہ پڑوسی ہر وقت اس سے ڈرتے ہو، خطرہ لگتا ہو کہ اس پر اطمینان نہیں کب کیا کر ڈالے؟ یہ بھی برا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: وہ شخص مؤمن کہلانے کے لائق نہیں جو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کی طرف سے مجھے برابر تاکید ہوتی رہی کہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو؛ یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہوگیا کہ جیسے رشتے داروں کا مرے ہوئے آدمی کے چھوڑے ہوئے مال میں حق ہوتا ہے ویسے پڑوسیوں کا بھی اس مال میں حق طے کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں ایک روز بکری ذبح کی گئی، پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گھر والوں سے پوچھا: تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت بھیجا یا نہیں؟

پھر جب یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت بھیج دیا گیا تب آپ رضی اللہ عنہ نے اس گوشت کو چکھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ جب گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کرو اور تھوڑا سالن اپنے پڑوسیوں کے یہاں بھیج دو۔

پیارے بچوں!

جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟

اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔

قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔

اگر محتاج ہو تو اس کی مدد کرو۔

اگر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔

اس کو کوئی خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دو۔

اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔

اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

بغیر اس کی اجازت کے اس کی عمارت سے اپنی عمارت اس طرح

اونچی نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔

جب تمھارے گھر اچھا کھانا پکے تو اِس کی کوشش کرو کہ تمھاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے اور اس کے بچوں کے لیے تکلیف کا ذریعہ نہ ہو، اِس کی کوشش کرو کہ ہانڈی کی خوشبو اس کے گھر تک نہ جائے؛ مگر یہ کہ جو پکے اس میں سے کچھ حصہ پڑوسی کو بھی نکال کر دے دیا کرو، اس صورت میں کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پھل خریدو تو اس کو بھی ہدیہ دو اور اگر یہ نہ کرسکو تو اس کو اس طرح چھپا کر گھر لاؤ کہ وہ نہ دیکھے۔

پھل یا اور کوئی کھانے کی چیز لے کر گھر سے باہر نہ نکلو، پڑوسی کے بچوں کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہوگی۔ (الترغیب والترہیب)

پیارے بچو! خوب سمجھ لو!

پڑوسی کے حق میں یہ بھی ہے کہ: آپ اس کو تکلیف نہ دیں، فضیلت کی بات تو یہ ہے کہ پڑوسی کی خاطر تکلیف اُٹھاؤ، اور جہاں تک ہو سکے اُس کو نفع، راحت، سکون اور چین پہنچاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑوسیوں میں اللہ تعالیٰ کے یہاں بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو کہ اس کو راحت پہنچانے کی اسے فکر ہو۔ (ترمذی)

شماتت اور غصہ

کسی کی پریشانی اور مصیبت پر خوش ہونا ''شماتت'' کہلاتا ہے، یہ بہت ہی بری اور گندی عادت ہے، انسانیت سے بہت دور ہے؛ کیوں کہ انسانی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ مصیبت کے وقت سب سے بڑے دشمن سے بھی ہمدردی کی جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی پریشانی سے ہرگز خوش مت ہو، اس سے ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کردے اور تم کو پکڑ لے۔

غصہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی شان یہ بتائی ہے کہ وہ غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ: جب ناسمجھ لوگ ایمان والوں سے اُلجھنا چاہیں تو وہ سلام کرکے ان سے الگ ہوجائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا (ایک کڑوا پودا) شہد کو۔

فرمایا: بہادر وہ نہیں جو کُشتی میں پہلوان کو پچھاڑ دے؛ بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے چھوٹی سی بات بتادیجیے جس پر عمل کرتا رہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مختصر سی بات یہ ہے کہ غصہ نہ کیا کرو۔

اُس نے دو تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے یہی جواب دیا۔

بُری بات پر غصہ آرہا ہے تو اچھی بات ہے؛ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمھیں اچھی باتوں سے محبت ہے۔ حضور ﷺ جب شریعت کے خلاف کوئی کام دیکھتے تھے تو چہرہ مبارک (غصے سے) لال ہوجاتا تھا۔

لیکن اگر آپس کے معاملات میں غصہ آجائے تو بہادری یہ ہے کہ اُس کو پی جاؤ اور معاف کردو۔

غصہ دبانے کا طریقہ

غصہ دبانے کا طریقہ آپ ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ جب غصہ آئے تو فوراً ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھ لو۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ اگر کھڑے ہوں تو بیٹھ جاؤ، پھر بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہو تو لیٹ جاؤ۔

حضرت عُروہؒ کو ایک مرتبہ غصہ آگیا تو وہ فوراً اُٹھے اور پانی لے کر وضو شروع کردیا، پھر فرمایا کہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: غصہ شیطان کا کام ہے، شیطان آگ سے بنا ہے اور پانی آگ کو بجھاتا ہے، سو غصہ آئے تو وضو کرلو۔

صلح اور صفائی

جب غصہ ختم ہوجائے تو میل ملاپ اور صلح صفائی کی کوشش کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بات چیت اور تعلقات چھوڑے رکھو۔

ارشاد فرمایا: ایک سال تک اپنے بھائی سے بات چیت اور تعلقات چھوڑے رکھنا ایسا ہے جیسے اُس کا خون بہا دینا۔

آپس کی نفرت اور دوری ختم کرنے کی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ سلام کرنا شروع کر دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: افضل وہ آدمی ہے جو سلام میں پہل کرے، پھر دوسرا شخص جواب دے دے تو اُس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اگر جواب نہ دے تو تعلق توڑنے کا گناہ جواب نہ دینے والے کے سر پر ہوگا۔

اگر آپس میں صلح اور صفائی نہ ہو سکے تو دوسروں کو حکم ہے کہ دو مسلمان کے درمیان صلح وصفائی کروائیں، دو مسلمان کے درمیان صلح کروانے کا ثواب نفل نماز اور نفل روزہ سے بہتر ہے۔ دو آدمیوں کو ملانا یہ نبیوں کا کام ہے اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا یہ شیطان کا کام ہے۔

انسان اور اس کی جان

اسلام سلامتی کا دین ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے مسلمانوں کی بنیادی خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ: وہ اپنے ماحول اور دوسرے انسانوں کے لیے پورا پورا سلامتی والا ہوتا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ہر مسلمان کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ

اپنی بات اور کام سے دوسروں کے لیے سلامتی کا سامان پیدا کریں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ: کونسا اسلام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس شخص کا اسلام افضل ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے انسان محفوظ رہیں۔

قرآن کا پیغام:

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے:

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۔ (المائدۃ:۳۲)

ترجمہ: یہ کہ جو شخص کسی انسان کو قتل کر ڈالے؛ جب کہ اس (مقتول) نے کسی شخص کو قتل بھی نہیں کیا تھا یا زمین میں فساد بھی نہیں پھیلایا تھا تو اس نے (ایسا ہی جرم کیا) گویا کہ تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی (کی زندگی) کو بچا لینے کا ذریعہ بنا تو (اس نے ایسا کام کیا) گویا کہ اس نے تمام لوگوں کی زندگی بچالی۔ (از تیسیر القرآن)

پیارے بچو!

قرآن شریف کے ذریعہ جو پیغام ہم کو ملا اس میں صرف مسلمان کی بات نہیں، انسان کی بات ہے، وہ انسان یہودی ہو یا عیسائی، مجوسی ہو یا ہندو، بُدھسٹ ہو یا سِکھ یا اور کوئی، اس کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور اگر وہ

ڈوب رہا ہے یا آگ میں جل رہا ہے یا کوئی اُسے قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو اسے بچانا، اس کی زندگی کی حفاظت کرنا پوری انسانیت کی حفاظت کرنا ہے۔

اللہ اللہ! یہ ہے اسلام جو انسانیت کا ہم درد ہے، جو انسان کو انسانیت کا سبق دیتا ہے؛ کیوں کہ سارے انسانوں کی شروعات ایک ہی انسان سے ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ (الحجرات)

ترجمہ: اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد (یعنی آدمؑ) اور ایک عورت (یعنی حوّا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف (قوموں کی) شاخوں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے؛ تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

رب کے اس پیغام میں یہ بتلایا گیا ہے کہ انسانی زندگی کی یہ قدر، اہمیت اس لیے ہے کہ سارے انسان ایک ہیں، ان کے رب ایک، ان کے باپ حضرت آدم ایک ہیں، ان کی ماں حضرت حوا ایک ہے، یہ زمین جو ان کا

وطن ہے یہ ایک ہے، جس سورج سے گرمی لیتے ہیں وہ ایک ہے، جس چاند کی ٹھنڈی کرنوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ ایک ہے، جس ہوا میں سب سانس لیتے ہیں وہ ایک ہے، جو پانی پیتے ہیں وہ بھی ایک ہے۔

رب کے اس پیغام میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عزت برادری میں نہیں، رنگ میں نہیں، زبان میں نہیں اور کسی خاندان سے متعلق ہونے میں نہیں، عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں ہے۔

لباس

لباس اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو نوازا ہے، دوسری تمام مخلوق اس سے محروم ہیں، اسلام نے زندگی کے ہر کام کے لیے اپنے خاص طریقے بتائے ہیں، اسلام میں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج سب سے اہم عبادتیں ہیں؛ لیکن اس کے علاوہ ہم جس کام کو بھی ثواب کی نیت سے اسلام کے طریقے کے مطابق کرتے ہیں وہ بھی عبادت بن جاتا ہے اور اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، آپ ﷺ نے زبانی طور سے بھی اسلامی تعلیمات بیان فرمائی ہیں اور ان پر عمل کر کے بھی دکھلایا ہے۔

آپ ﷺ کی مکمل زندگی اسلام کا نمونہ ہے اور آپ ﷺ کا ہر عمل

ہمارے لیے نمونہ ہے اور ہر سنت عبادت ہے، اس پر ثواب ملتا ہے۔

ہمارے نبی ﷺ نے لباس کے سلسلہ میں خاص ہدایتیں فرمائی ہیں، اسلام نے لباس کے دو مقصد بتائے ہیں:

① جسمانی ② اخلاقی۔

پہلا مقصد جسمانی: یعنی موسم کے اثرات: سردی اور گرمی کی تکلیفوں سے بچنا اور زینت۔ مطلب یہ کہ ہم کپڑے اس لیے پہنتے ہیں کہ سردی اور گرمی سے اپنے جسم کی حفاظت ہو سکے۔

دوسرا مقصد اخلاقی: لباس کا یہ سب سے اہم مقصد ہے؛ یعنی جسم کے شرم کے قابل حصوں کو ڈھانکنا۔ مطلب یہ کہ بدن کے جن حصوں پر غیروں کی نظر نہیں پڑنی چاہیے وہ چھپے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا کو انسان کی فطرت میں رکھا ہے؛ اسی لیے اسلام کا قانون ہے کہ لباس ایسا پہنا جائے جو شرم وحیا، غیرت وشرافت اور جسم کے ستر کو ڈھانکے اور جسم کی حفاظت کرے۔

لباس کے مقاصد کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔

تقویٰ کے لباس کا مطلب یہ ہے کہ:

ایسا لباس جو ظاہر میں عمدہ ہو، ڈھیلا ڈھالا ہو، بدن کو چھپانے والا ہو۔ ایسا لباس شریعت کی نظروں میں تقویٰ والوں کا لباس ہے جس میں تکبر اور دکھلاوا نہ ہو۔ عورتوں کا لباس مردوں جیسا نہ ہو، اور مردوں کا لباس عورتوں جیسا نہ ہو۔ ایسا لباس ہو جسے پہنا ہوا دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ یہ اللہ سے ڈرنے والا بھلا انسان ہے۔

کپڑے پہننے کے آداب

کپڑے پہنتے وقت دائیں جانب کا خیال رکھیں، قمیص اور کرتا وغیرہ پہنتے وقت دایاں ہاتھ آستین میں پہلے ڈالیں، اس کے بعد بایاں ہاتھ ڈالیں، اسی طرح پائجامہ وغیرہ پہنتے وقت دائیں پیر میں پائجامہ پہلے ڈالیں، جوتا اور موزہ وغیرہ پہنتے وقت بھی پہلے دائیں پاؤں میں پہنیں اور اتارتے وقت پہلے بائیں جانب سے اتارنا شروع کریں۔

مردوں کے لیے سفید لباس اچھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی زیادہ تر سفید لباس ہی پہنتے تھے اور اپنی امت کے مردوں کو بھی اس کی ترغیب دی اور مردوں کو ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہننے والوں کو سخت عذاب کا حق دار بتایا ہے، کپڑا زیادہ نیچا ہوگا تو راستے کی گندگی سے میلا اور خراب اور ناپاک ہوگا اور پھر ایسا کپڑا بڑائی اور فیشن کی وجہ سے پہنا جاتا ہے، یہ دل میں گندگی کی

نشانی ہے؛ لہذا نیچے کپڑے میں ظاہری پاکیزگی نہیں ہوگی اور باطنی پاکیزگی بھی نہیں ہوگی۔

حدیث: مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِيْ النَّارِ.

ترجمہ: ٹخنوں کا وہ حصہ جو پائجامہ کے نیچے رہے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو ایسا باریک کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے جس سے ان کے بدن کا رنگ نظر آوے، اسی طرح ایسا چست لباس پہننا بھی منع ہے جس سے بدن کی سائز اور ابھار ظاہر ہو یا لباس اتنا کم ہو کہ ستر کھلا رہے کہ ایسے ادھورے باریک کپڑا پہن کر بھی عورت ننگی رہے۔

لباس ہمیشہ اپنی حیثیت کے مناسب، صاف ستھرا پہننا چاہیے، ایسا لباس نہ پہنا جائے جس سے فخر وغرور ظاہر ہو یا جس سے فضول خرچی کا گناہ ہو اور نہ ایسا گھٹیا اور پھٹا پرانا ہو کہ اللہ کا دیا سب کچھ ہونے کے باوجود محروم اور غریب نظر آئیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: نئے کپڑے پہنتے وقت یہ دعا کیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ. (ترمذی)

ترجمہ: ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑے پہنائے جس میں اپنا ستر ڈھانکتا ہوں اور جو اس زندگی میں میرے لیے حسن و جمال کا بھی ذریعہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کپڑے پہنتے وقت یہ دعا کیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذا وَ رَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَ لَا قُوَّةٍ. (ابوداؤد)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور کسی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے یہ عطا کیا۔

جوتا پہننے کے آداب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جوتا کثرت سے استعمال کرو، آدمی جب تک جوتا پہنے ہوئے رہتا ہے گویا سوار رہتا ہے؛ یعنی کم تھکتا ہے۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت جوتا پہنو تو شروع داہنے پاؤں سے کرو اور جب جوتا پاؤں سے نکالو تو بائیں پاؤں سے ابتدا کرو۔ (بخاری، مسلم)

بعض بچوں کو ننگے پاؤں چلنے پھرنے کی عادت ہوتی ہے یہ غلط عادت ہے، اسی طرح صرف ایک جوتا یا چپل پہن کر چلنے سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

نورانی مکاتب کا تعارف

۱. چھوٹے چھوٹے دیہات جہاں مسلمانوں کے چند ہی مکان ہوں، اور نماز، تعلیم کا کوئی نظام نہ ہو، وہاں نماز اور تعلیم کا نظم کرنا۔

۲. شہروں کی کالونیوں اور جھونپڑوں میں بسنے والے غریب مسلمانوں میں اور ان کے بچوں میں دینی تعلیم اور نماز کا فکر کرنا۔

۳. مرتد یا غیر مرتد جیسے دن سے دور مسلمانوں میں دین اور ایمان بچانے کا فکر کرنا۔

۴. جہاں بھی مکتب، مسجد یا عبادت خانہ نہیں ہے، وہاں اس کے قیام کا فکر کرنا۔

۵. پہلے سے جاری مکاتب میں تعلیم اور تربیت کی ترقی کے لئے کوشش کرنا۔

۶. مکتب کے معلمین کی تربیت کے لئے قیام طعام کے ساتھ نظم ہے۔

۷. انوکھا آسان، عام فہم تعلیم و تربیت کا طریقہ دیکھنے اور سمجھنے اور رائج کرنے کے قابل، امت کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

۸. یتامیٰ، بیوہ کی خدمت۔

اس وقت اکابر کے مشورہ سے گجرات بھر میں یہ خدمات کا سلسلہ جاری ہے، آپ بھی اس مبارک سلسلہ میں شامل ہو سکتے ہیں، مزید تفاصیل ہماری ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

http://nooranimakatib.com

Aleem Falahi
8980826160
فلاحی پرنٹرس
aleemfalahi6160@gmail.com